لیتے ہیں۔

بہر حال یہ تمام مشاکل در حقیقت ہمارے اپنے پیدا کردہ ہیں۔ اپنوں کی بد اعمالیوں اور اپنے ناخدا حمرانوں کی غلامانہ ذہنیت کا شاخسانہ ہے' اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بانفسهم﴾ کے مطابق "شامت اعمال ما صورت نادر گرفت" کا عملی مظاہرہ ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قطر اسلامی کانفرنس میں ایک مسلمان ملک کے سربراہ کو کہنا پڑا "ہماری بے چارگی کا یہ عالم ہے کہ ہم مسلمان ملکوں کو اپنے مشاکل حل کرنے کیلئے بعض دیگر باثر ملکوں سے التجا کرنا پڑتا ہے' پھر ان کی مرضی حل کریں یا نہ کریں۔"

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کی اصلاح احوال فرماتے ہوئے باعزت زندگی گزارنے کے قابل بنائے اور مسلمان حمرانوں کو چشم بینا عطا کرے۔!!

اللهم اصلح ائمتنا وولاة امورنا ولا تسلط علينا من لا يرحمنا. آمين يا رب العالمين!

شیخ الحدیث عبد الرشید ندوی

"وہ مرد درویش' حق نے جس کو دیئے تھے انداز خسروی"

یہ دنیا فانی ہے' سوائے ذات باری تعالیٰ کے کسی کو بقا نہیں ﴿كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذوالجلال والاكرام﴾ مگر موت العالم موت العالَم بھی ایک حقیقت ہے۔ آج شیخ الحدیث مولانا عبد الرشید ندوی رحمہ اللہ بھی ہم سے جدا ہوئے۔

وہ صحیح معنی میں نمونہ سلف اور بقیہ السلف تھے' عمر بھر تدریس کے فرائض ادا کرتے رہے اور جتنی زندگی اللہ تعالیٰ نے دی نہایت مؤمنانہ شان سے گزاری اور اتنی ہی شان سے جنازہ اٹھا کہ اس کڑاکے کی سردی (منفی 10 سینٹی گریڈ) میں دور دراز سے بھی سینکڑوں لوگ آہوں اور سسکیوں کیساتھ شریک جنازہ ہوئے۔ آپ نے بلتستان کے ایک مردم خیز علاقے بلغار کے ایک دیندار' متمول اور علمی گھرانے میں آنکھ کھولی' یہ خاندان آپ کے دادا اخوند سلطان علیؒ

کی دینی و ادبی شہرت کی وجہ سے پورے بلتستان میں مشہور تھا جو بیک وقت عالم، ادیب اور شاعر کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا تھا۔ فارسی اور عربی کے بلند پایہ عالم، کئی کتابوں کے مصنف اور نہایت فصیح و بلیغ شاعر تھے۔ رائج الوقت مذہب کے عام عقیدے کے بر خلاف اپنے منظوم کلام اور خطبات کے ذریعے صحابہ کرام و ازواج مطہرات کی شان میں مدح سرا ہونے کے جرم میں جائداد ضبط ہوئی اور آخر آپ کی موت ۴۵ سال کی عمر میں زہر خورانی کی وجہ سے ہوئی۔

پھر اس خاندان کی شہرت کو اس وقت چار چاند لگ گئے جب ولی الہی محدث عبد الصمد بلغاری رحمہ اللہ جو مولانا محمد موسیٰ بانی دار العلوم و شاگرد رشید شیخ الکل میاں نذیر حسین دھلوی کے اولین اور قابل ترین شاگردوں میں سے تھے، نے اپنا مسند درس و تدریس بچھایا۔ بلتستان کے طول و عرض سے طلباء اپنی علمی پیاس بجھانے یہاں جمع ہونے لگے۔ ایک زمانے میں بلتستان میں مولانا عبد الصمد کا حلقہ درس بہت وسیع تھا اور فیوض و برکات کا سر چشمہ سمجھا جاتا تھا۔ اس متقی اور صاحب کرامت بزرگ نے اپنے شاگردوں کے ذریعے اس دور افتادہ اور ناموافق حالات سے دوچار علاقے کو مشرق میں نوبرا وادی اور شمال مغرب میں وادی شگر تک کتاب و سنت اور عقیدہ سلف سے روشناس کرایا بقول شاعر ۔

ہوا تھی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا

اور خود آپ کے والد گرامی مولوی عبد الملک صاحب بھی ایک عالم دین اور جرات مند داعی تھے۔ آپ کا گھرانہ مولانا عبد الصمدؒ کے ہاں پڑھنے والوں کا مسکن تھا اور آپ انہیں مفت راشن فراہم کرتے تھے، تعلیم و تربیت کے سلسلے میں ایک حد تک سختی سے پیش آنے کا قائل تھا۔ گویا کہ ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' کا عملی نمونہ تھا۔ یہ تھا آپ کے خاندان کا مختصر پس منظر ۔

ایسے میں آپ کی تعلیم و تربیت ایک خالص دینی و اخلاقی ماحول میں ہونی ناگزیر تھی، یوں آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم مدرسہ منار الھدیٰ بلغار میں حاصل کی پھر آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو ''مدرسہ دار الحدیث غواڑی'' موجودہ ''جامعہ دار العلوم بلتستان غواڑی'' میں داخل کرایا۔ جہاں مولانا محمد موسیٰ رحمتہ اللہ علیہ کا حلقہ درس و تدریس جاری و ساری تھا۔

اگرچہ اس وقت بلغار اور غواڑی کی مسافت 20 کلو میٹر سے زیادہ نہیں مگر اس زمانے میں ذرائع نقل وحمل اور دریائے شیوک پر پل نہ ہونے کی وجہ سے تقریباً 70-80 کلو میٹر کا فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا اور آپ کے والد گرامی کا مقصد بھی یہی تھا کہ گھر سے دور جا کر پڑھائی میں منہمک ہو جائے۔ یہاں تک کہ آپ کو چھٹی پر گھر آنے کی بھی اجازت نہیں تھی' والد گرامی خود ملنے آتے تھے۔

مولانا محمد موسیٰ نے آپ کو اپنی اولاد کی طرح پیار دیا اور یہاں آپ نے شیخ الحدیث مفتی کریم بخش رحمتہ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا۔ آپ نے ان نابغہ روزگار علماء کرام سے تفسیر جلالین وجامع البیان' مشکوٰۃ' نسائی' ابن ماجہ' کافیہ' شافیہ' دیگر کتب متداولہ اور منطق کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ پھر اپنے اساتذہ کرام کی اجازت سے عازم ہندوستان ہوئے۔ امرتسر پہنچ کر مدرسہ غزنویہ میں کچھ عرصہ مولانا نیک محمد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ مگر دل میں اپنے استاذ الاستاذ شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی کی سیماب صفت شخصیت سے عقیدت "جمال ہمنشین در من اثر کرد" کے مصداق جاگزین ہو چکا تھا' اگرچہ شیخ الکل اس وقت زندہ نہیں تھے پھر بھی ان کے مدرسہ میاں صاحب پھاٹک حبش خان دہلی کیلئے روانہ ہوئے اور وہیں سے فارغ ہوئے۔

پھر ندوۃ العلماء لکھنؤ کی طرف کوچ کر گئے اور وہاں سے بھی سند فراغت حاصل کی۔ ندوہ میں مولانا ابوالحسن علی ندوی' مولانا عبدالحفیظ بلیاوی اور مولانا حفظ الرحمٰن سیہاروی وغیرہ آپ کے اساتذہ میں سے تھے جن کا ہمیشہ ذکر فرماتے رہتے تھے۔ مولانا علی میاں سے تادیر آپ کے خصوصی مراسم رہے۔ آپ بلتستانی علمائے کرام میں واحد ندوی تھے۔

اس کے بعد آپ کا تدریسی دور شروع ہوتا ہے۔ دہلی واپس آکر آپ کچھ عرصہ مدرسہ میاں صاحب میں ہی تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ پھر مؤناتھ بھنجن ضلع بستی کے مدرسہ عالیہ والوں کی فرمائش پر وہاں چلے گئے اور کم از کم دو سال تک وہاں پڑھاتے رہے۔ پھر مدرسہ ریاض العلوم دہلی میں بطور مدرس متعین ہوئے۔

اس وقت آپ اپنے اسم گرامی کے ساتھ "لداخی" کا لاحقہ رکھتے تھے۔ لداخ مقبوضہ کشمیر کے مشرق میں

تبت کی سرحد پر کوہستانی ضلع ہے' جہاں سے مشہور زمانہ محاذ جنگ سیاچن گلیشیئر کو راستہ جاتا ہے۔ جبکہ یہ خطہ پاکستانی علاقہ بلتستان کا حصہ تھا۔ بہر حال آپ کو لداخی ہونے کے شبہ میں پاکستان آنے میں کافی دشواریاں پیش آتی رہیں۔ 1960 کی دہائی میں آپ دہلی سے کراچی آتے جاتے رہے۔ ان ایام میں مدرسہ رحمانیہ سولجر بازار میں پڑھاتے بھی تھے۔ بعد میں کافی تگ ودو کے بعد آپ کو پاکستانی شہریت حاصل ہوئی۔ پھر مدرسہ رحمانیہ میں مستقل پڑھاتے رہے۔

1975ء میں مدرسہ ہذا کی انتظامیہ (دہلی کے سیٹھ حضرات) کے تحکمانہ مزاج اور آپ کی خودارانہ طبیعت کے مابین ٹکراؤ کی وجہ سے مدرسہ چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ جوں ہی آپ مدرسہ ہذا سے فارغ ہوئے' مولانا عبدالرحیم اشرف رحمتہ اللہ علیہ کی فرمائش پر جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد چلے آئے اور یہاں پر کوئی چار سال تک تدریسی فرائض سرانجام دئے۔

1979ء کے آخر میں جامعہ دارالعلوم بلتستان کے ذمہ داران الشیخ عبدالرحمن خلیق رحمتہ اللہ علیہ (ناظم اعلیٰ) اور الشیخ عبدالوھاب حنیف' حفظہ اللہ (ناظم تعلیمات) آپ کو جامعہ ہذا میں خدمت کا حق جتا کر یہاں لے آئے' کیونکہ آپ نے ابتدائی علوم یہیں سے حاصل کئے تھے اور مولانا محمد موسیٰ و مفتی کریم بخش رحمھما اللہ سے انتہائی عقیدت بھی رکھتے تھے۔ آپ یہاں تشریف لائے اور نائب شیخ الحدیث کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ جب جناب شیخ الحدیث مفتی عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو آپ اُن کی جگہ شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور تاوصال اس منصب پر فائز رہے۔ یہ تھی آپ کے علمی سفر کی مختصر روئیداد۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو صرف اور صرف علمی ودینی خدمت کیلئے چن لیا تھا۔

زندگی بھر کبھی اپنے آپ کو تعلیم وتدریس اور ذکر وفکر سے دور نہیں رکھا۔ طبیعت میں استغناء اور خودداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ طلباء کیساتھ محبت وشفقت سے پیش آنا اور ان کی علمی استعداد بڑھانے کی فکر میں مشغول رہنا آپ کی طبیعت کا اہم جز تھا۔ زندگی بھر اپنی تنخواہ کا کچھ حصہ نادار طلباء کیلئے وقف کیا ہوا تھا۔

ذہین ومحنتی طلباء کی حوصلہ افزائی کیلئے انعامات دینے کا پرجوش حامی تھا۔ اپنے جیب خاص سے روپے پیسے اور

کتابوں کی شکل میں ان کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے۔ علماء و طلباء اور تعلیم یافتہ طبقے کو کتابیں خریدنے کی تلقین کرتے رہتے اس لئے کہ آپ کتابوں کو ہی اصلی سرمایہ حیات سمجھتے تھے۔ ''مکتبہ رشیدیہ'' کے نام سے آپ کتابیں منگاتے تھے' جو خریدنے کی سکت نہیں رکھتے انہیں انتہائی کم قیمت پر اور بسااوقات اچھی خاصی کتابیں مفت مہیا کرتے تھے۔

آپ بہت سخی اور کھلے ذہن کے مالک تھے۔ حتی المقدور مستحقین کی خفیہ وعلانیہ مالی تعاون فرماتے۔ کسے باشد آپ کے ہاں سے کچھ کھائے پئے بغیر جانے کو بالکل گوارا نہیں فرماتے' بڑے مہمان نواز بھی تھے۔ اور مہمانوں کی خاطر تواضع کرنے میں بہت خوشی محسوس کرتے' اپنی پوری زندگی میں پدری جائیداد کے علاوہ کوئی جائیداد نہیں بنائی۔ الغرض آپ ''خیرالناس من ینفع الناس'' کی عملی تفسیر تھے۔ فارغ وقت دم دعا کی خاطر مریضوں کیلئے وقف تھا جو عموماً عصر کے بعد کا وقت ہوا کرتا تھا۔ خاندانی طور پر آپ بڑے کروفر کے آدمی تھے اس کے باوجود بڑے ملنسار اور متواضع تھے۔ ان میں سلف صالحین کی سیرت و کردار کا بڑا نمایاں عکس پایا جاتا تھا۔ آپ کے سینے میں علمی معلومات کا ایک خزانہ تھا' آپ کے ساتھ مجلس بہت پُر لطف اور زعفرانی ہوتی۔ علمی' ادبی و سیاسی بیش بہا معلومات بکھیر دیتے۔ پوری دنیا میں اسلامی مطبوعات و منشورات اور ان کے مصنفین و شارحین سے متعلق جتنے معلومات آپ کے پاس تھے' شاید کسی اور کو حاصل ہوں۔ برصغیر کے بڑے بڑے علماء و سیاسی زعماء سے آپ کی شناسائی تھی۔ مولانا ابوالکلام آزاد' مولانا ثناء اللہ امرتسری' مولانا داؤد غزنوی اور مولانا اسماعیل سلفی سے خصوصی مراسم تھے۔ اب ایسی صاحب کمال شخصیت ہم کہاں سے لائیں ۔

اب انہیں ڈھونڈھ چراغ رُخ زیبا لیکر

کتابوں سے محبت کا یہ عالم تھا کہ عمر عزیز کے آخری مہینوں میں جب خود پڑھنے یا مطالعہ کرنے سے عاجز آگئے تو اپنے سرہانے پر ایستادہ الماری سے پسندیدہ کتابیں لے کر چہرے کے ساتھ لگا لیتے۔ آپ کے بھائی حاجی عبدالصمد جو خدمت پر مامور تھے کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ تکیے سے اٹھ کر الماری میں کتابوں کے درمیان سر رکھا ہوا تھا' انہوں نے ہٹانے کی کوشش کی تو آپ نے منع فرمایا کہ مجھے فرحت محسوس ہوتی ہے۔

مولانا رحمتہ اللہ علیہ بھی ابن آدم ہونے کے ناتے بشری لغزشوں اور کمزوریوں سے مبرا نہیں تھے۔ پھر بھی ان شاء اللہ آپ کی خوبیوں کا پلہ بھاری رہے گا۔

سال گزشتہ کے آخری چھ ماہ میں آپ کی طبیعت ناساز رہی۔ ڈی ایچ کیو ہسپتال سکردو کے علاوہ سی ایم ایچ راولپنڈی میں بھی زیر علاج رہے۔ ڈاکٹروں نے خوراک کی نالی میں کوئی عارضہ بتایا۔ پیشاب کی پرانی تکلیف بھی تھی۔ کمزوری روز بروز بڑھتی گئی' البتہ حواس آخر تک درست رہے۔ کئی ماہ صاحب فراش رہنے کے بعد 31 دسمبر 2000ء کی شب تقریباً 75 سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ''انا لله وانا اليه راجعون''

آپ کی پوری زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ اس عمر بھر کی بے قراری کو اب قرار آہی گیا۔ دور دراز سے آنے والے لوگوں کی خاطر کچھ دیر وقفہ کر کے بعد نماز ظہر جنازہ اٹھایا گیا اور آبائی گاؤں بلغار لیجانے کے بجائے آپ کی وصیت کے مطابق غواڑی میں حافظ مفتی کریم بخش اور الشیخ عبدالرحمن خلیق رحمہما اللہ کے پہلو میں ہزاروں سوگواروں نے آہوں اور سسکیوں کے ساتھ اس مرد مؤمن کو سپرد خاک کر دیا۔ زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے۔

آپ کی نماز جنازہ بلتستان کے معروف عالم دین مولانا ثناء اللہ سالک نے پڑھائی اس طرح پرانے اور بزرگ ترین علماء کے ایک باب کا خاتمہ ہوا اور جمعیت اہل حدیث بلتستان ایک عظیم ہستی سے محروم ہو گئی۔ اب جو خلا واقع ہوا ہے اس کا پر ہونا بھی کارے دارد ۔

اب صبا سے کون پوچھے گا سکوتِ گل کا راز
کون سمجھے گا چمن میں نالہ بلبل کا راز

پسماندگان میں ایک بیوہ' دو بھائی اور ایک بہن ہیں۔ کوئی حقیقی اولاد نہیں تھی' البتہ پورے برصغیر میں ہزاروں اولاد روحانی اور خیر خواہ سوگوار چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ بشری خطاؤں سے درگزر کرتے ہوئے دینی خدمات کو قبول فرما کر جنت الفردوس کو آپ کا ماویٰ و مسکن بنا دے۔ آمین

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو ترا